

لمحات گمشده

پیائے ہمتاش

ڈاکٹر شمس کی کوئی تھلاص
۱۳۸۱ھ کے سال
۱۹۶۰ء
پیارے ہتاش

۲۶
۳
۲۰۰۲ء
لحات گمشدہ

پیارے ہتاش

جملہ حقوق بحق مُصنّف محفوظ ہیں۔

کتاب "لمحات گمشدہ"

مُصنّف پیارے ہتاش

سالِ اشاعت ۱۳۷۰ھ

سرورق

تعداد ۱۱۰۰

قیمت ۱۰۰ روپے

پریس جے کے آفینٹ پریس دہلی

خوشنویس موتی لال ریثہ

ملنے کا پتہ :- "سستی سر" (جٹپڑ)

ڈوردرشن جیٹ لین اولڈ جانی پور
ن "کتاب گھر" ایم اے روڈ سرینگریم
کنال روڈ جموں

اس فسر سیراں میں ہیں ڈوبے ہوئے رہتا ش
لمحات گمشدہ کو کہاں کیجئے تلاش!

G.M. College of Education
Raipur, Bantalab
Jammu.

Acc. No. 665 (1)

Dated 25-9-22

Dr. R. L. Phant.
Professor of Hindi

صحت مند ادب کا سنگ میل

۱۲۔ وِزبان و ادب کی زلف گرہ گیر کا کون اسیر نہیں لیکن اس تلخ سچائی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری گنگا جمنی تہذیب کے کچھ دشمنوں نے اردو جیسی خالص ہندوستانی تہذیبی زبان پر بھی مسلسل حملوں کا عمل جاری رکھا ہے۔ نئی نسل کے ذہنوں میں تعصب کے بیج بونے اور یہ غلط پرچار عام کر دیا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ یہ تعصب اردو ہی نہیں ہندی بھی بھیل رہی ہے جسے ہندو بھاشا بنانے کا زہر ملا عمل ہو رہا ہے پنجابی کو سکھوں سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا زبان و ادب سے کوئی کینا دینا نہیں۔ ضرورت ہے کہ قلم کار اس زہریلی سوچ پر پابندی لگانے کیلئے اپنے قلم کو سپر بنائیں۔ اور لسانی اتحاد و اخوت کیلئے آگے آئیں ورنہ آئینوالے وقت میں ہماری زبانیں ہماری تہذیبی وراثت کو بچانے میں ناکام ہو جائیں گی۔

قابل ہزار ستائش ہیں وہ قلم کار جو اپنی مادری زبان نہ ہونے کے سبب بھی اپنی تہذیبی زبانوں کو فروغ دینے میں نمایاں کام کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی عاشقِ ادب میں ایک نام پیارے تہاش سکا ہے۔ تہاش کشمیری برہمن ہیں وہ برہمن جن کے معاشرے میں اردو نے ہمیشہ خود کو محفوظ پایا اور یہ پیاری پروان چڑھی۔ کشمیری برہمنوں نے اردو کو برج نرائن چلبست اور علامہ اقبال جیسے جلیل القدر شاعر دے دیے۔ اُسکی خدمت اردو کے جذبے کے ساتھ پیارے تہاش نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ ”لمحاتِ گمشدہ“ آپ کے پیش نظر ہے۔ جس میں ایک ٹرپ اور ایک جستجو ہے۔ محبت کے سفر میں کچھ اخلاقی اور تہذیبی قدیں ہیں جو تہاش سکا زاد راہ ہیں۔ ایک انجان منزل ہے جس کے نقوش

بظاہر موجود نہیں ہیں لیکن شاعر کے ذہن میں حضور جلوہ گر ہیں۔ ویسے ہم سب ہی غیر واضح نقوش کی طرف چل کر کسی نقش کی تعمیر میں چل نکلتے آرہے ہیں۔

”لمحات گمشدہ“ میں جو شاعری ہے اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بابوسی کا اندھیرا نہیں ہے بلکہ آس اور امید کی ایک شمع بھلائی نظر آتی ہے۔ میرے خیال سے یہ ہی ہمتااش کی اپنے سماج کو دین ہی ہوگی۔ اس طرح کے اشعار بہتر سماج کی تعمیر کے لئے موجب تحریک بن جاتے ہیں۔

شمعِ اُمید بہ طورِ جلوئے رکھنا
زندگی کیلئے ماحولِ بناؤ رکھنا
کتنی گہرا ہے اندھیرا نہ بھٹک جائے کوئی
یہ گزارش ہے چراغوں کو جلوئے رکھنا

پیارے ہمتااش کا طرزِ بیان بے حد موثر ہے اس میں اپنائیت کی جلالت بھی ہے اور اسلوب کی محبت بھی اپنی شاعری کے ارتقا کا پہلا مرحلہ انھوں نے جاذبیت کے ساتھ طے کیا ہے۔

پیارے ہمتااش نے فصیح اور بلیغ طرز کے ساتھ جہاں اپنی انفرادیت تلاشنے اور تراشنے میں کامیابی حاصل کی وہاں اپنے ارد گرد پھیلی بے چینی کو بھی آئینہ دکھایا ہے۔ کشمیر کی معصومیت پر بربریت کا جو منحوس سایا پڑا اور اسکے نتیجے میں نفرت اور دہشت کا جو ماحول بنا اس نے شاعر کے وجود کو کسی زلزلے کی طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے جس ناقابلِ یکرانہ شاعر نے کشمیر گزیر رہا ہے اس کا اثر کشمیر کا شاعر قبول کئے بنا نہیں رہ سکتا۔ درد کا اثر ہی ہے جو لمحات گمشدہ میں تحلیل ہوا محسوس ہوتا ہے اور بزبانِ غزل سرگوشیاں بھی کرتا ہے۔

ہوئی ہے ہم سے ایسی کیا خطا — آپ ہم سے بات کرتے بھی نہیں
 موت کے رویہ و کہاں بٹھریں — زندگی سے جو مار جاتے ہیں
 در بہ در پھر رہے ہیں شمع و سحر — گاہوں اپنا نہ اب نگر اپنا
 یہ بات راز کی ہے پھر بھی کہہ رہا ہوں ہمتا سن
 یہ وقت وہ ہے کہ خود پر بھی اعتبار نہ کر

ہمتا کی شاعری دعوت فکر و عمل کی شاعری ہے۔ ایسی شاعری جو آہ اور واہ“
 کی حدوں سے آگے بڑھ کر تلاشِ راہ میں نکلی ہے۔ اسی معنویت اور مفہوم کی تہذیبی
 ہے۔ تغزل کی اشاریت کیساتھ ساتھ معقول اور مقبول طریقہ تعبیر بھی اس مجموعہ میں جگہ جگہ
 ملے گا۔ آج کی اردو شاعری کیلئے ضروری ہے کہ اسی سلاست کیساتھ ساتھ محبت کی بے
 ساختگی بھی ہو تاکہ ابتدائی آواز اپنی پہچان قائم رکھ سکے۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمتا سن
 نے پیاری شاعری سے پیارے ذہنوں کو پیارا پیغام دینے کی پیاری کوشش کی ہے۔ مثال
 کے طور پر یہ

اس کا اندازِ گفتگو ہے الگ
 اس کی باتوں کا ہے اثر اپنا
 جو زمانے کی روشنی بخشنے

پیار کا وہ دیا جلانا ہے

مجھے یقین ہے کہ امن اور تہذیب کے جن ”لمحاتِ گمشدہ“ کو پیارے ہمتا سن ڈھونڈ
 نکلیں ہیں ان کی نشاندہی قدم قدم پر قارئین اپنی پذیرائی سے کریں گے اور اس طرح یہ مجموعہ
 صحت مند ادب کی ایک تمثیل بھی بنے گا۔

ڈاکٹر ناشر نقوی
 شعبہ اردو، پنجابی یونیورسٹی، ٹیالہ

لمحات گمشدہ کا کرب

— — — — —

پیالے ہتاش کشمیری ادیب بالخصوص کشمیری شاعری میں ایک اہم نام ہے۔ انھوں نے یہ مقام حاصل کرنے میں کسی قسم کی سیساکھیوں کا سہارا نہیں لیا۔ اس کی بنیاد ان کی پُر خلوص لگن اور محنت ہے۔

کشمیر سے ہجرت پر مجبور ہونے کے بعد ہتاش جموں میں پناہ گزین ہوئے اور بنیم اردو ادب جموں کی نشستوں میں باقاعدہ شامل ہوتے رہے۔ اس سے ان کی طبیعت اردو شاعری کی طرف راغب ہوئی جس کا نتیجہ ”لمحات گمشدہ“ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

”لمحات گمشدہ“ مکمل ہونے تک کا سفر بڑا صبر آزما رہا ہے۔ اردو شاعری کیلئے ان کی لگن دیکھ کر مجھے رشک آتا تھا۔ چونکہ ہتاش صاحب کشمیری شاعری میں فنی لوازمات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے اردو شاعری میں بھی وہی راہ اپنائی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بے ہنگم جدید شاعر نہیں بنے۔ ان کی شاعری اپنی طرف متوجہ ہی نہیں بلکہ دعوتِ فکر بھی دیتی ہے۔ ان کے بیشتر اشعار میں زندگی کا وہ کرب پنہاں ہے جو ان کے وطن سے ان کی ہجرت کا نتیجہ ہے۔ یہ کرب خون کے آنسوؤں کا دیتلے ہے۔ میرے اور ان کے درمیان جو رشتہ قائم ہے اس کے پیش نظر میں ان کی ذات اور کلام کی ترقی کے گریز کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رشتہ اس بات کا بوازا پیدا نہیں کرنا کہ حقائق کا اعتراف نہ کیا جائے۔

زیر نظر مجموعہ کا پہلا شعر ہی ایسے ہے
اس نکر سیکاراں میں ہیں دو بے ہتاش
لمحات گمشدہ کو کہا کیجئے تلاش
یہ شعر رگِ جان میں اُترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ دیکھئے اس شعر کی اساس محبوب

کی مُکراٹ سے لیکن شعر نے اسے کس ڈھنگ سے جان کیلے۔

تری اک سکر اہٹ جیسے شایمار کا موسم
میں جتنا بھولنا چاہوں یہ اتنی یاد آتی ہے

بھراس کے ساتھ

میں کتنا دور ہوں اپنے وطن سے سوچتا ہوں جب
وطن کی یاد اکثر میرے دل کو گدگداتی ہے
ہجرت کا منظر اس سے بہتر پیرایہ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے
رستے بستے گھر کو چھوڑ آئے بے فسانہ یہ مختصر اپنا
در بہ در پھر رہے ہیں شام و صبح گاہوں اپنا نہ اب بھر اپنا
ایسے اشعار زخم پر پھانپنا نہیں رکھتے بلکہ اسے اور گہرا کر دیتے ہیں
گھر سے گونگے ہوئے مدت ہوئی اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال
یہ بات داؤد طلب ہے کہ ایک شدید صدمہ برداشت کرنے کے بعد بھی تپاش سنا سازگار حالات
سے سیتہ سپر ہیں۔ اگرچہ وطن سے ہجرت نے انھیں اندر سے توڑ دیا ہے لیکن وہ زندگی کرنا
جاتے ہیں اور حادثوں کو لبیک کہتے ہیں۔ یہ شعر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے
حادثوں کی میں قدر کرتا ہوں یہ میرے وصلے بڑھاتے ہیں
یہ ان حادثوں کا مدقمہ ہے

ہجری وادیوں میں رہ کے تپاش میں نے دنیائی بال ہے
بڑی مدت کے بعد کشمیر کے کسی اردو شاعر کے ایسے اشعار نظر سے گزرے ہیں جو اعلیٰ شاعری
کی غمازی کرتے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ تپاش اپنی ادبی صلاحیتیں کشمیری شاعری
کی طرح اردو شاعری کیلئے بھی وقف کر دیں اور مستقبل میں ایک بہت اچھے شاعر بن کر ابھریں۔

عزیز صہبائی - جوں -

وادی کشمیر کے ذی شعور فرزندوں نے جہاں اپنی ہنرمندی اور فنکارانہ صلاحیتوں کے نقش بیشتر لوگوں کے دلوں پر چھوڑے ہیں وہاں شعرواد کے میدان میں بھی دانائی کے جوہر دکھائے ہیں اور اپنی ذہانت کے جھنڈے کھڑے ہیں۔

یوں تو اردو شعرواد کے کشمیری النسل مشاہیر میں بہت سے نام بہ آسانی گنوائے جاسکتے ہیں لیکن ان میں علامہ اقبال اور پنڈت برج نرائن چکیت دوالیہ عالماں نام ہیں جنکے کلام کو بقائے دوام حاصل ہے۔ یہ دونوں مفکر اور شاعر غریب الدیار بھی تھے۔ یعنی وادی سے باہر اُن کی ولادت ہوئی وہ پردان چڑھے۔ اُنھوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی اور زمانے میں نام اُبلنے کا مقام پیدا کیا۔

غیب اتفاق ہے کہ زیرِ نظر مسودے کے تخلیق کار پیارے ہتاش بھی کشمیر الاصل ہیں۔ وہ ابھی نوجوان ہیں لیکن زندگی کے اُس مسلسل تگ و دو نے اُنھیں بے حد انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اُن کا سُکھانا ہوا کھلاب چہرہ مڑھا گیا ہے۔ اُن کے نیچے خدو خال پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اُن کے ماتھے کی گہری سلوٹوں نے اُنھیں ایک حد تک منہم اور آفسردہ خاطر کر دیا ہے۔ شاید یہی کارن ہے کہ اُنھیں اپنا تعلق بھی ہتاش ہی پسند آیا۔ حالانکہ اس عمر میں ہتاش کے بجائے ہتاش بونا چاہئے تھا یا ہتاش بھی مناسب رہتا۔

پیارے ہتاش کو میں نے جموں کے دو ایک مشاعروں میں شعر پڑھتے سُننے وہ نہایت مسترِ نرم آوازیں پڑھتے ہیں، اُن کے دل میں سوز ہے اور یہ سوز اُن کے ترنم میں ڈھل جاتا ہے۔ اور یہی سوز صحیح شاعری کی جان ہے۔ اس سوز کے بغیر شاعری محض قافیہ پیمائی ہے اور شاعر بونا بیدار القیاس ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ پیارے ہتاش اپنی کاوشِ لمحاتِ گمشدہ کا زیرِ نظر مسودہ کسی بشپور پیش لفظ نگار کو تجزیہ کے لئے بھجواتے اور حسبِ خواہش بہت کچھ لکھواتے پھر یہ تعقیف اہل الرائے حضرات کی توجہ کا مرکز بھی ہو جاتی اور اس طرح اس کی فروختگی کا سلسلہ بھی مل ہو جاتا۔

نہ جانے کن حالات میں یہ قمرہ ڈالی تو نام نکلا گیا ہے۔ حالانکہ مجھے اپنی سہل انکاری کا پوری طرح احساس ہے۔

بہر حال بات چل رہی تھی۔ پیارک ہتاش کے دل افروز کلام کی جس کے بارے میں اتنا فرد کہوں گا کہ رواں زمینوں میں اُن کے شعر کہنے کا انداز مجھے پسند ہے۔ وہ بُری آواز اور اثر انداز شاعری کرتے ہیں۔ وہ غزل کے شاعر ہیں۔ سادہ الفاظ میں پتہ کی بات کہنے کا سلیقہ انھیں آگیا ہے۔ میں نے چند اشعار اُن کے مسودے پیش کئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور داد دینے میں میرا ہاتھ بٹائیے۔

- ۱۔ مجھ سے حامل ہوا نہ کچھ اس کو — زندگی مجھ سے مل کے پھٹا لی
- ۲۔ کس نے آخر ڈلو کے ساحل پر — آبروِ ناو کی بجالی ہے
- ۳۔ تمہارے تذکرے سے بڑھ گئی اس کی اہمیت — میرا بھی ذکر شامل ہے وقتِ فانی
- ۴۔ ہر ایک شخص نے زخمِ مقدم کیا — تیری بات آخر تری بات تھی
- ۵۔ آپ جو بائیں کرم ہوتے — ذکرِ مسیر اگلی سگلی ہوتا
- ۶۔ بات کرنی ہے پھر غلط سے وہ — وہ مصیبت میں پھر ہینا دیگا
- ۷۔ جس گُلستان کو ہم چھوڑ کر آئے ہیں — اب دُلاں اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں
- ۸۔ گھر سے گونہ لکے ہوئے مدت ہوئی — اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال
- ۹۔ اک صد اکو نجاتی ہے کانوں میں — میں دُلاں ہوں مجھ جہاں سمجھو
- ۱۰۔ بات پوچھیں کیس سے جا کر تم — ختم ہو گا کب اس سفر اپنا

مندرجہ بالا اشعار سے پیارے ہتاش کی شاعری کے کچھ نرے اور سنورنے کے امکانات روشن ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اسی لگن کے ساتھ اپنی مشقِ سخن جاری رکھیں گے اور اس طرح اُن کی غزلیات کا یہ پہلا مجموعہ آئندہ بہت سے مجموعوں کی اشاعت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

طالبِ ایمن آبادی

جل رہا ہے کس کا گھر
 کون رہتا ہے اُدھر
 جا رہے تم کہاں
 یہ آتش لوٹ کر
 دیکھ میری یہ زندگی
 گھومتا ہوں در بہ در
 بات کچھ بنتی نہیں
 بات ہو جب بے اثر
 دل میں مجھ کو دو جگہ
 مجھ کو اپنا جان کر
 تم نے کیا چاہا نہیں
 شو امی قسمت مگر
 جیسے ممکن ہو ہستیاں
 طے کرو اپنا سفر
 کون ہے یہ اجنبی
 کون ہے یہ ہم سفر

یاد آتی ہے وطن کی بار بار
 دل میں ہوتی ہے چھین سی بار بار
 کیا چلی آندھی نشیمن رے اُڑی
 کیا ہوئی حالت چمن کی بار بار
 یہ مجھت کے سفر کے مرحلے
 دھوپ سے جھلسا بدن بھی بار بار
 اب کہاں لمبے سفر کا حوصلہ
 اب ستاتی ہے تھکن سی بار بار
 آگیا جب دل میں ماضی کا خیال
 سچ گئی ہے انجمن سی بار بار
 بڑھ گئے ہیں قربتوں کے فاصلے
 روکتی ہے ایک تھکن سی بار بار
 نیند راتوں کی اُڑتی ہے ہتاسش
 یہ رضائی بھی کفن سی بار بار

•

مستی بجھرتا ہے وہ چھلکتا ہوا شباب !
 میں دیکھتا ہوں اپنی نگاہوں کا انتخاب
 آتی نہیں ہے اس یہ ہر ایک شخص کو
 ہوتا ہے کوئی کوئی محبت میں کامیاب
 اپنی زباں پہ لاؤں گا جو بات دل میں ہے
 محفل میں کھا رہے ہیں وہ بے سود بیچ و تاب
 ہر ایک جان جائے گا خود اپنی اُملیت
 تحریر کر رہا ہوں حقایق کا ایسا باب
 میرے قریب تھے جو بہت اُن سے دور ہوں
 سہنا پڑا ہے دل کو جس دئی کا یہ عذاب

میری سرشت میں تو حق گوئی ہے ایشاش
 ہر ایک جھوٹ بات کو کرتا ہوں بے نقاب



شمع اُمید بہر طور جلانے رکھنا
زندگی کے لئے ماحول بنانے رکھنا

یہ درندے جو تشدد پر اتر آئے ہیں
آئینہ ایسے درندوں کو دکھائے رکھنا

آگ نفرت کی جو بھڑکے تو جلا دیتی ہے
اپنے دل میں تو محبت کو بسائے رکھنا

کتنا گہرا ہے اندھیرا ٹھکانے کوئی
یہ گزاریش ہے چرخوں کو جلانے رکھنا

عین ممکن ہے وہ فرصت میں ادھر آنکلی
اُس کی راہوں میں تو آنکھوں کو بچھپا رکھنا

کیا کروں اب میری عادت میں یہ شامل ہے
ہر گھڑی دل میں کوئی آس لگائے رکھنا

زندگی کے لئے یہ کتنا ضروری ہے تلاش
حوصلہ دل کا ہر عالم میں نبھائے رکھنا



اختیار ایسی روش کرتے نہیں
 موت سے تو ہم کبھی ڈرتے نہیں
 جان دے دیتے ہیں حق پر ایک بار
 دن میں سو سو بار ہم مرتے نہیں
 یہ سراسر عشق کی توہین ہے
 اس طرح آہیں کبھی بھرتے نہیں
 یہ تو پی جاتے ہیں انسانوں کا خون
 لوگ اس دنیا میں کیا کرتے نہیں
 ہو گئی ہے ہم سے ایسی کیا خطا
 آپ ہم سے بات تک کرتے نہیں
 تھے بھر دس ہم کو اپنے آپ پر
 ہم زمانے سے کبھی ڈرتے نہیں

لوگ جو ڈوگمگا سے جاتے ہیں
 زندگی بھر سنبھل نہ پاتے ہیں
 موت کے رُو بہ رُو کہاں ٹھہرتی
 زندگی سے جو ہار جاتے ہیں
 یاد رکھتے ہیں آپ ہر اک بات
 صرف وعدوں کو نبھول جاتے ہیں
 حادثوں کی میں قدر کرتا ہوں
 یہ میرے حوصلے بڑھاتے ہیں
 جو ہیں اہل نظر زمانے میں
 ہر حقیقت کو جان جاتے ہیں
 دل میں محشر بپا سا ہوتا ہے
 دن جو ماضی کے یاد آتے ہیں

اے ہتاش اُن کی بات کیا کہیے
 جو غموں کو گلے لگاتے ہیں



پھر پلٹ کر بہاریں آتیں کاش
 وادیاں پھر مجھے بلاتیں کاش
 میرے دل کو سکون سا ملتا
 کو تیلیں گیت ہی سناتیں کاش
 اُن کی یادوں سے زخمِ سل جلتے
 جسم کی آگ کو بجھاتیں کاش
 روح کی پیاس میں مرا ہو وہ نظریں
 داستانِ ایسی بھی سناتیں کاش
 دیکھ کر اُن کو دل دھڑکتا ہے
 آرزوئیں بھی گنگنا تیں کاش
 سوچتا ہوں کہ وہ حسین نظریں
 دُور سے ہی مجھے بلاتیں کاش

اے ہتاش اتنی بات تو ہوتی
 مست آنکھیں وہ مسکراتیں کاش

جو باب بھی تھا اُس میں تو انتخاب نکلا
 اک اک سوال تیرا کیا لا جواب نکلا
 جمہوریت نے آخر یہ رنگ بھی دکھائے
 نا اہل تھا سراسر جو کامیاب نکلا
 یہ پس ہے اُس نے اپنی جان عزیز کھودی
 اس امتحان میں لیکن وہ کامیاب نکلا
 اک اک قدم پہ ہم نے تعریف کی تھی اسکی
 لیکن یہی زمانہ کتنا خراب نکلا
 ہم جانتے ہیں اس کی چارہ گری ہے مشکل
 جو غم بھی اُس نے بخشا وہ لا جواب نکلا
 اب زندگی میں کوئی تحریک بھی نہیں ہے
 تسکین جس کو سمجھے جی کا عذاب نکلا

واقف نہیں تھا شاید اس سے ہمتاں ناداں
 اوروں کے کام آنا وجہ ثواب نکلا

کیا ملا ہے اُسے اپنانے سے
 اپنے بھی ہو گئے بیگانے سے
 بات بگڑی ہوئی کیا سلجھے گی
 اور اُلجھے گی یہ سلجھانے سے
 نئے اُنھیں شعرو سخن کا دعویٰ
 لوگ جو نن سے ہیں بیگانے سے
 عشق میں مٹتا ہے مشکل کتن
 پوچھنا یہ کسی پروانے سے
 بزم میں پہلے کہاں تھی رونق
 یہ بہار آئی تیسرے آنے سے
 مُسکرا کر جو کسی نے دیکھا
 شہر میں پھیلے ہیں افسانے سے

کیا جفا ہوتی ہے کیا جوڑ ہٹا ش
 ہم ہیں ان باتوں سے بیگانے سے

نورشید کے چھپتے ہی نظر آتا ہے دھواں
 اس دل کی کائنات پہ چھا جاتا ہے دھواں
 دنیا کو اس نے لے لیا اپنی لپیٹ میں
 دیکھیں جدھر بھی ظلم کا لہر آتا ہے دھواں
 انسان کسی طرح بھی گوارا نہ کر سکے
 کیا کہیے کیسی آگ یہ برساتا ہے دھواں
 مٹ جائیں آرزوئیں تو بنتی ہیں حسرتیں
 بجھ جائے جب بھی آگ تو بن جاتا ہے دھواں
 یہ زندگی تو موت پہ رکھتی ہے انحصار
 پانی پڑے جو اس پہ تو مٹ جاتا ہے دھواں
 کیسا عجیب شہر ہے گھٹتا ہے دم یہاں
 ہوتے ہی شام چار سو چھا جاتا ہے دھواں

جلتی ہے جب چتا تو یہ دیکھا ہے اے تماشہ
 ساری فضا میں جذب سا ہو جاتا ہے دھواں

•

اُس کی کسی بھی بات کا کوئی نہیں جواب
 آٹھوں پہرے جھپکتا سا رہتا ہے وہ شباب
 آزاد ہو کے بھی ہے وہی اپنی ذہنیت
 آزاد ہو نہ پائے کسی طور ہم جناب
 کھاتے رہے ہیں ہر گھڑی در در کی ٹوکریں
 بے سوج بوج چھپے تو اپنا مقدر ہی ہے خراب
 یہ اور بات اُن پہ کچھ ہوتا نہیں اثر
 پڑھنے کو لوگ پڑھتے ہر چہرے کی کتاب
 غیروں کا جو سلوک ہے اُس کا کلا نہ کر
 ہم کو دے ہیں اپنوں نے صدمات بے حساب
 پہچان ختم ہو گئی ہر ایک شخص کی
 ہر ایک شخص آج ہے پہنے ہوئے نقاب

رکھتے ہیں دل میں آرزو جنت کی اے تہاش
 رکھتے نہیں مگر وہ گناہوں کا کچھ حساب

اُمڈ اُمڈ کر آئے بادل
 کہساروں پر چھلے بادل
 پھولوں پر بکھرا کر شبنم
 کوئلے راگ سنائے بادل
 وادی وادی پانی برسے
 جل جل جل فصل لائے بادل
 ویاں ویاں بجلی سی چمکے
 جہاں جہاں بھی چھائے بادل
 سورج سے اک آگ برستی
 ٹھنڈک سی پہنچائے بادل
 دھرتی کی کب پیاس بجھے
 نیلی فضا پر چھائے بادل
 کھیتوں کھیلانوں کو اکشر
 اپنے ساتھ بہائے بادل
 وہ خاموش چمکاتی آنکھیں
 کیا کیا یاد دلائے بادل

اب ملے گا کہاں وہ گھر اپنا
 وقت ہو کس طرح بسر اپنا
 اُس کا اندازِ گفتگو ہے الگ
 اُس کی باتوں کا ہے اثر اپنا
 ہو ہی جائیں گے اپنے دن پورے
 کٹ ہی جائے گا یہ سفر اپنا
 رستے بستے گھروں کو چھوڑ آئے
 ہے فسانہ یہ مختصر اپنا
 در بہ در پھر رہے ہیں شام و سحر
 گاؤں اپنا نہ اب نگر اپنا
 بات پوچھیں یہ کس سے جا کر ہم
 ختم ہو گا کہاں سفر اپنا

ہم تو بس اتنا چاہتے ہیں مِتاش
 ہو سکے جس سے بس گزر اپنا

ہزاروں لوگ ترستے ہیں اپنے گھر کیلئے
 نظر میں آس ہے اُجڑے سے رہنڈر کیلئے
 تمہیں نہ یاد کریں گے یہ مانتے ہیں مگر
 کوئی تو شغل ہو اس عمر مختصر کیلئے
 بھلا سکوں گا نہ ہرگز کبھی تیسرا احوال
 کہ تو نے داغ دے مجھ کو عمر بھر کیلئے
 ملے جو وقت تو آنا غریب خانے پر
 ترس گئے ہیں محبت کی اک نظر کیلئے
 تمہارے ساتھ ہی گزرے گی زندگی ساری
 تمہیں جو اپنا بنایا ہے عمر بھر کیلئے
 اگرچہ حلقہ ظلمات میں جھٹے برسوں
 دُعا میں کرتے ہیں دن رات اب سحر کیلئے

نہ جانے کون سی سوچوں میں گم ہو پیارے تہاش
 نکلتا ہے ابھی کچھ دیر میں سفر کیلئے

خوب ہے اپنی بزم آرائی
 ایک میں ایک میری تنہائی
 کاش پہچانتا کبھی اُس کو
 کاش ملتی مجھے وہ بیٹائی !
 مجھ سے حاصل ہوا نہ کچھ اُس کو
 زندگی مجھ سے مل کے پھپھٹائی
 انقلاب آتا ہے زمانے میں
 وقت لیتا ہے جب بھی انگڑائی
 کس کو ان کا سراغ ملتا ہے
 کون ناپے غسموں کی گہرائی
 میں نہ سمجھا سگر زمانے کو
 بار بار اُس نے بات سمجھائی

میں نے ہر بات صاف کی ہے ہمتا
 اس لئے میں نے ہر سزا پائی

سفینہ جس طرح آبِ رواں میں
 میں تنہا ہوں مصائب کے جہاں میں
 بہاروں کی نہ چھیڑو بات ہم سے
 کہ ہم نے پھول اگائے ہیں خزاں میں
 حقائق پر ہے بسنی بات میری
 بلاوٹ کچھ نہیں میرے بیاں میں
 جو سُنا ہے وہی سر کو ہے دھنتا
 کشش ہے کس قدر اُس داستان میں
 یہ دشمن کو بنا لیتی ہے اپنا
 یہ خوبی ہے فقط شیریں زباں میں
 نکل کر آشیاں سے در بہ در ہیں
 سکوں کتنا تھا اپنے آشیاں میں

بتائے داستانِ بادلیوں کی
 کہاں ہمتِ بتاؤں خستہ جاں میں

•

آج کتنے سمٹ گئے ہیں آپ
 ہم سے ایسے جو کٹ گئے ہیں آپ
 یاد ہیں آپ کو وہ سب وعدے
 اپنے وعدوں سے ہٹ گئے ہیں آپ
 ظلم، جور و جفا، ریاکاری
 کتنے خانوں میں بٹ گئے ہیں آپ
 ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا
 در پہ آ کے پلٹ گئے ہیں آپ
 جذب ہو کر میری نگاہوں میں
 مجھ سے ہی دور ہٹ گئے ہیں آپ

لاکھ ٹوٹیں مصیبتیں گو ہتاش
 رؤ بہ رؤسب کے ڈٹکے گئے ہیں آپ

•

حادثوں کو گلے لگانا ہے
 زیست کا حوصلہ بڑھانا ہے
 ہم تو ہر غم میں مُسکرائے ہیں
 ہم نے ہر غم میں مُسکرایا ہے
 جو زمانے کو روشنی بخشے
 پیار کا وہ دیا جلانا ہے
 ختم کرنی ہیں تلخیاں ساری
 ہم نے ماضی کو بھول جانا ہے
 ہم نے دشمن تو آزمائے ہیں
 دوستوں کو بھی آزمایا ہے
 جس کی چھانٹوں سبھی کے کام آئے
 ایک پیڑ ایسا بھی لگانا ہے
 دل کی تسکین جاوِداں کیلئے
 اس کی آنکھوں میں ڈوب جانا ہے



تو بھی ہے دوستو سوالی ہے
 بات یہ کس قدر نرالی ہے
 سر پھرے گھومتے ہیں ہر جانب
 ہم نے عزت بہت بچالی ہے
 کاش ہم کو پکارتا کوئی
 دل کا رشتہ مگر خیالی ہے
 دل کی حالت بگڑ چکی تھی بہت
 ہم نے مشکل سے یہ سنبھالی ہے
 بات کچھ بھی نہیں تھی کیا کہیے
 اہل دنیا نے خوب اُچھالی ہے
 لہلہاتی تھی گھاس آنگن میں
 کس نے آخر یہ کاٹ ڈالی ہے
 زندگی ہسر رہا ہے وہ خاموش
 بات اُس نے کوئی چھپالی ہے
 اُس کی محفل سے ہم اُٹھے ہیں بتائیں
 لب ہیں خاموش، ہاتھ خالی ہے

جو عمل ہے یہاں خیالی ہے
 رسم اس بزم کی نرالی ہے
 آپ کو خاک راس آئے گی
 میری دنیا فقط خیالی ہے
 خوب تر ہے یہ آپ کا انداز
 جب ملی ہے نظر چرائی ہے
 سب کو پڑھتا ہے وہ لکھا ہوں سے
 اُس کی ہر بات ہی مہشالی ہے
 تو جہاں میں ہے کس قدر فیاض
 میرا دامن اگر چہ خالی ہے
 میں نہیں جانتا میری کشتی
 کس نے گر داب سے نکالی ہے

صحر کی دادیوں میں رہ کے ہتاش
 میں نے دنیا نئی بسالی ہے

•

جو ٹھو کریں کھاتا ہے وہ شخص سنبھلتا ہے
 حالات کو وہ اپنی مرضی سے بدلتا ہے
 ماحول کو کرتا ہے خوشبو سے مُعطر وہ
 دیکھتا ہے کہ گلشن میں جو پھول مہکتا ہے
 دل توڑ سے دیتے ہیں دو بول بھی نفرت کے
 تو اپنی زباں سے کیوں یہ زہر اُگلتا ہے
 ہر جاہل مُطلق ہے چھایا ہوا دُنیا پر
 جب دیکھتا ہوں منظر تو خون اُبتا ہے
 حیران سا ہوتا ہوں رفتارِ زمانہ پر
 ہر چیز بدلتی ہے جب وقت بدلتا ہے
 وہ خوب سمجھتا ہے حالات کے تیور کو
 حالات کے سانچے میں انسان جو ڈھلتا ہے

ہم لاکھ کریں کوشش اس کو نہیں پاسکتے
 یہ وقت بھی بجلی کی رفتار سے چلتا ہے

تو، خیر خواہوں میں ہرگز اُسے شمار نہ کر
 کسی طرح بھی زمانے کا اعتبار نہ کر
 مجھے یقین نہ آئے تمہارے جلوؤں پر
 میری نظر کو تو اتنا بھی یقین نہ کر
 بتا تو اپنا زمانہ خود اپنی ہمت سے
 تو، دوسروں پہ کبھی اتنا انحصار نہ کر
 کسی بھی بات پہ جب میرا اختیار نہیں
 جو ہو سکے تو میری خامیاں شمار نہ کر
 یہ آسمان بھی اپنا زمین بھی اپنی ہے
 کوئی بھی ہو اُسے غیروں میں تو شمار نہ کر

یہ بات راز کی ہے پھر بھی کہہ رہا ہوں ہمتا
 یہ وقت وہ ہے کہ خود پر بھی اعتبار نہ کر



روش کیسی ہے یہ کیسا چلن ہے
 ہر اک انسان نقشِ بے کفن ہے
 یہ دنیا دیکھنے میں اک چمن ہے
 مگر ماحول میں کتنی گھٹن ہے
 یہاں تسکین و راحت ڈھونڈتے ہو
 یہ دنیا خارِ خس کا ایک بن ہے
 ہر اک چہرہ پر چھائی مُردنی سی
 ہر اک چہرہ پر یہ کیسی تھکن ہے
 یہ کس نے اُس سے کھدی بات کوئی
 پریشان سا وہ جانِ انجمن ہے
 نہ کوئی رنگ ہے تو شبو نہ کوئی
 یہ کیسے پھول ہیں کیسا چمن ہے

متاثر دل شگفتہ کو ہوا کیا
 پیش آنکھوں میں سینے میں جلن ہے

غم ہے تو اُس کو جاوداں سمجھو
 ورنہ ہر چیز رائیگاں سمجھو
 ہر کوئی مہرباں نہیں ہوتا
 ہر کسی کو نہ مہرباں سمجھو
 اک صدا گونجتی ہے کانوں میں
 میں دماں ہوں مجھے جہاں سمجھو
 ہر گمناں کم نہیں حقیقت سے
 ہر حقیقت کو تم گمناں سمجھو
 اس کی حد ہی نہیں زمانے میں
 غم کو اک سیلِ بے کراں سمجھو

زندگی کو سمجھنا ہے تو ہتاش
 تم کراے کا اک مکان سمجھو

•

چراغِ آرزوِ سدھم نہیں ہے
 کوئی بھی آسِ دل میں کم نہیں ہے
 اصولوں پر ہیں قائم آجتک ہم
 کسی صورت بھی یہ سرخم نہیں ہے
 زمانے میں ہے آخر کون ایسا
 جو تیری ذات میں مدغم نہیں ہے
 بتا تو دُلوں میں ہر اک زخمِ دل کا
 مگر ہر زخم کا مرہم نہیں ہے
 ہیں اس کے چار سُو کاٹے ہی کانٹے
 کسی بھی پھول پر شبِ غم نہیں ہے
 کھلی ہے جب سے دُنیا کی حقیقت
 کسی بھی بات کا اب غم نہیں ہے

ہمتاں اس زنگ میں کٹی ہے اپنی
 کسی بھی چیز کا ماتم نہیں ہے

اُن کے دیدار کو رہے بے تاب
 اُن کے جلوے تھے کس قدر کمیاب
 دل بھٹکتا تھا جلتے صحرا میں
 ہم تیری آرزو میں تھے عزتِ قاب
 ہر قدم پر نئے مصائب تھے
 زندگی تھی کہ جان کا تھا عذاب
 رحم، مہر و وفا، رواداری،
 آج کے دور میں ہیں یہ کم یاب
 آپ کے اک ستم سے بھی محسوس
 ہم ہیں دریا میں اور ہیں بے آب
 مُکراتا ہوں اُن کی باتوں پر
 طغنا کرتے ہیں جب مرے احباب

رُو بہ رُو اُن کے چپ رہینگے ہتاش
 اُن سوالوں کا بس یہی ہے جواب

ہر زباں اب تو آگ اُگھلتی ہے
 دل سے لیکن دُعا نکھلتی ہے
 آج کیا ہو گیا بہاروں کو
 سارے گلشن میں آگ جھلتی ہے
 جب بھی تنہائیوں کا عالم ہو
 ذہن میں اک غزل پھلتی ہے
 صبح ہوتی ہے کس وقار کے ساتھ
 کس سلیقے سے شام ڈھلتی ہے
 غم زدہ آہو کے اُن کی ہر آواز
 میرے شعروں میں آکے ڈھلتی ہے

جب بھی آتے ہیں بزم میں ہمتاں
 یہ طبعیت ذرا مہکتی ہے



ہر قدم پہ دل چوٹ کھائی ہے
 زندگی پھر بھی مسکرائی ہے
 اس کے انداز آپ جیسے تھے
 چاندنی جب اتر کے آئی ہے
 کم نہ تھا جو کسی بھی صحرے سے
 اب وہاں بھی بہار آئی ہے
 تجربہ اُس کا مجھ سے بہتر تھا
 اُس کی ہر بات کام آئی ہے
 وہ جو آئے غریب خانے پر
 میرے گھر میں بہار آئی ہے

اُس کو دل میں بسا لیا ہے ہمتا شہ
 دل میں اک جوت سی جلائی ہے

•

کھل جائیں گے اک روز ہم تنہا سفر تک
 کچھ دُور چلو ساتھ مرے راگداز تک
 اس پر بھی ابھی جُرات پرواز ہے باقی
 مانا کہ جلا ڈالے ہیں اس نے میرے پرتک
 حیاتِ بے ستم گرتی نظر جھکتی نہیں ہے
 شرمندہ ہوں تو لوگ اٹھاتے نہیں سرتک
 بے خوف نشین مرا اپنوں نے جلایا
 افسوس کہ مجھ کو نہ ہوئی اسکی خبرتک
 یہ شدتِ آلام یہ مایوسی کا عالم
 ہر چیز سمٹ آئی ہے کیوں میری گھرتک
 سچ بولنے سے جو کبھی کتا تے نہیں ہیں
 اُن لوگوں کے دل میں نہیں ہوتا کوئی ڈرتک

دُنیا سے تپاش اٹھ بھی گئے ہم جو کسی روز
 پہنچے گی کسی کو نہ مگر اس کی خبرتک



گم ہوئی وہ صدا فضاؤں میں
 زندگی کھو گئی خلاؤں میں
 گلتاں میں رداں ہے باد نسیم
 ہاں وہ کشش نہیں اداؤں میں
 اب میسٹر کہاں ہیں چنار
 لیٹ جاتیں اُن کی چھانٹوں میں
 کس کا حسن و جمال ہے شامل
 زندگی کی حسین اداؤں میں
 ہائے کیا دلفییر: منظر تھا
 کھو گئے وہ کہاں خلاؤں میں

اے ہمتاں اُس کی پیاری آنکھوں
 بیڑیاں ڈال دی ہیں پاؤں میں

•

کاش میرا بھی کوئی گھر ہوتا
 یلوں بھٹکتا نہ در بہ در ہوتا
 جو بلا خود سے بے خبر تھا وہ
 کوئی تو خود سے باخبر ہوتا
 حوصلے دل کے اور بڑھ جاتے
 راستہ اور پُر خطر ہوتا
 آپ جو مائل کرم ہوتے
 ذکر اس کانگو نگر ہوتا
 سب کی آنکھوں میں آگئے آنسو
 اُس کے دل پر بھی کچھ اثر ہوتا
 اُس کے سینے میں دل نہیں شاید
 اُس پہ باتوں کا کیا اثر ہوتا

وہ جو رہتا ہے دُور دُور بہتاش
 کاش وہ میرا ہمسفر ہوتا

لمحہ نفس نفس پہ بھاری ہے
 دل میں کیسی یہ بقیہ راری ہے
 ہر طرف ہے غموں کا گرد و غبار
 ہر طرف ایک خوف طاری ہے
 ہم کو سمجھیں نہ آپ خانہ بدوش
 ایک غم دنیا سے اپنی یاری ہے
 راس آتی نہیں یہ ہر اک کو
 زندگی ورنہ سب کو پیاری ہے
 ہے جب راس سے اُس کا ہر انداز
 اُس کی ہر بات سب سے نیاری ہے
 موت سے بس رہی ہے یہ خائف
 زندگی ورنہ کس سے ہاری ہے
 کیا ڈرائیں گے حادثے ہم کو
 ہم نے زلفِ جہاں سنواری ہے

سب کو اپنا سمجھ رہے ہیں ہمتاں
 خوب یہ رسم دُنیا داری ہے

اُداسے سُکرائے کیا کرو گے
وہ ایسے پیش آئے کیا کرو گے

تمہارے دل میں جو رچ بس گئے
وہ تم سے روٹھ جائے کیا کرو گے

مے و ساغر سے توبہ خوب لیکن
جو بادل گھر کے آئے کیا کرو گے

محبت کے جہاں میں کوئی رہو
جو رستہ بھول جائے کیا کرو گے

بھلا پاؤ گے اُس کو دل سے لیکن
وہ پھر بھی یاد آئے کیا کرو گے

سمجھ بیٹھے ہو جس کو غیبت
تمہیں اپنا بنائے کیا کرو گے

بتاؤش نیم جاں سے پوچھنا یہ
اگر وہ یاد آئے کیا کرو گے

جو ہوا اب اُس پہ پچتاؤ نہیں
 مُسکلوں سے اتنا گھبراؤ نہیں
 نفرتوں کی آگ کو ٹھنڈا کرو
 اِس کو ہرگز اور بھڑکاؤ نہیں
 مشکلوں میں کام آئیٹنگے یہی
 دوستوں کو ایسے ٹھکراؤ نہیں
 بے تکلف سی ہو کوئی گھفتگو
 آج ہم سے اتنا شرماؤ نہیں
 یہ چھلک جائے نہ اشکوں کی طرح
 دل کو اِس درجہ بھی یاد آؤ نہیں

خود بکھیر جاؤ گے تم بھی اے ہمتا
 رشتہٴ دل کو ایسے بکھراؤ نہیں

تجھ کو تیرا عمل صلا دے گا
 بے سبب کوئی تجھ کو کیا دے گا
 اس زمانے پہ اعتبار نہ کر
 یہ زمانہ تجھے دغا دے گا
 یاد رکھنا جو تیرا دشمن ہے
 وقت پر ہر خوشی لٹا دے گا
 دل یہ کرتا نہیں قبول کبھی
 وہ وفا کے عوض وفاق دے گا
 بات کرتا ہے پھر خلوص سے جو
 وہ مصیبت میں پھر بھنسا دے گا

جس کو اپنا لہو دیا ہے ہمتاں
 نہیں معلوم کیا صلا دے گا

ہر خوشی چھین لی زمانے نے
 یہ نوازش بھی کی زمانے نے
 وقت کا ہر چپل بدل ڈالا
 کیسی کروٹ یہ لی زمانے نے
 درد و غم سے اُسے نوازا ہے
 ہر کسک دل کو دی زمانے نے
 مجھ کو رُسوا کیا جہاں بھر میں
 یوں اڑائی ہنسی زمانے نے
 اس کا مفہوم تھا الگ سب سے
 بات مجھ سے جو کی زمانے نے
 دل کو حاصل نہیں قرار کہیں
 کیا یہ سوغات دی زمانے نے
 میرا نام و نشان مٹا ڈالا
 خوب یہ قدر کی زمانے نے
 کیسے کہتے ہتاش حال دل
 جب زباں کاٹ لی زمانے نے

گردِ شام و سحر سے آشنا
 ہم تو ہیں ہر اک بشر سے آشنا
 جانتے تھے اُس کا ہر نقش قدم
 ہم تھے اُس کی رہ گزر سے آشنا
 جس سفر پر وہ روانہ ہو گیا
 کون ہے اب اُس سفر سے آشنا
 رات سے اب اس قدر مالوئس ہوں
 اب نہیں ہوں میں سحر سے آشنا
 وہ سمجھتے ہیں ہر اک انداز کو
 لوگ ہیں جو اُس نظر سے آشنا
 اپنے بارے میں نہیں معلوم کچھ
 آدمی ہے بھر و بر سے آشنا

ہم نہیں خائف سفر سے اے ہتاش
 ہم ہیں آفاتِ سفر سے آشنا

ہم سے نظریں ہلا کے بات کرو
 اک ذرا مسکرا کے بات کرو
 سر جھکا نے سے کچھ نہیں ہوگا
 ہر جگہ سر اٹھا کے بات کرو
 تم تکلف سے پیش آتے ہو
 سارے پردے اٹھا کے بات کرو
 پھر فضا میں بکھیر دو مستی
 پھر ذرا لڑکھڑا کے بات کرو
 بات کرنے کا کچھ منہ آئے
 کوئی محفل سجا کے بات کرو
 تم کو رستہ دکھائے گا یہ ضمیر
 اس دیے کو جلا کے بات کرو

ایسے جانو نہ غیر ہم کو ہستاش
 یوں نہ نظریں چھرا کے بات کرو

زندگی اک عجب کہانی ہے
 جادو داں ہو کے بھی یہ فانی ہے
 کیا بھروسہ کرے کوئی اس پر
 چند روزہ یہ زندگی گانی ہے
 اُس کی ہی ذاتِ معتبر ہے یہاں
 اُس کی ہی ذاتِ غنی فانی ہے
 کس کو حاصل ہوا ثبات یہاں
 جو بھی شے ہے جہاں میں فانی ہے
 اُس کی جو بات بھی ہے جادو اثر
 اُس کی ہر بات میں روائی ہے



یہ لازم ہے رہیں ہم انکساری سے زمانے میں
کبھی ملتا نہیں کچھ بھی کسی کا دل دکھانے میں

تمہارے تذکرے سے بڑھ گئی ہے اس کی اہمیت
مرا بھی ذکر شامل ہے محبت کے فسانے میں

یہ کیسا شوق ہے اُن کا، یہ کیسا ذوق ہے اُن کا
انہیں کیا لطف آتا ہے مرے دل کو دکھانے میں

یہ مانا دل سے دل ملنے میں ہے کچھ اور ہی عالم
مرا کچھ اور ہی ہے آپ سے آنکھیں ملانے میں

بتاؤ خستہ جاں تو منتظر ہے کب اجل آئے
کہاں لگتی ہے اتنی دیر لیکن اُس کو آنے میں



دھلتی شام کا سایہ میں
 رات پڑے گھبراہٹ میں
 ساری رات گئے تارے
 صبح ہوئی گھبراہٹ میں
 پانی پانی بھگا موسم
 بھگا بھگا آیا میں
 ٹہنی ٹہنی پھول کھلے
 خوشبو لے کر آیا میں
 کون یہ مجھ کو تکتا ہے
 کس کے من کو بھایا میں
 سات سمندر پار کئے
 تجھ سے ملنے آیا میں
 میری بھی اوقات بے کیا
 اپنے جسم کا سایہ نہیں
 اُس پر چلنا مشکل ہے
 جس رستے سے آیا میں
 تم ہی ہو وہ شخص ہتاش
 جس کو ملنے آیا میں

ہم سفر بن کر میرا چلتا ہے غم
آرزو کی گود میں پلتا ہے غم

اس کی مستی سے ہے وہ دل ہمنار
جس کسی کے دل میں بھی پلتا ہے غم

دل کی گہرائی میں جب پلتا ہے غم
زندگی بھر پھولتا پھلتا ہے غم

ہر کوئی کرتا ہے کیوں اس سے گریز
دل میں سورج کی طرح جلتا ہے غم

دل کے پیمانے کا عالم کیا ہمیں
دل کے پیمانے میں جب ڈھلتا ہے غم

اپنی حد سے جب گزرتا ہے ہمتا
اک نئے سپنچے میں پھر ڈھلتا ہے غم

آدمی کو سُکرانا چاہیئے
زندہ رہنے کا بہانا چاہیئے

گلستاں میں آپ بھی موجود ہوں
اور کچھ موسم سہانا چاہیئے

راستے میں نعل و گوہر بھی ملیں
اپنے دامن کو بچانا چاہیئے

تلخی غم کی اگر شدت بڑھے
دوستو! رقص میں ساغر اٹھانا چاہیئے

اُبھمن سے اُٹھ کے جانے کے لئے
آپ کو کوئی بہانا چاہیئے

سِر کو ہاتھوں میں لئے چلتے رہے
لوگ ایسے ہی بجھے چلتے رہے

ہم نے رستے میں نہیں روکے قدم
چاک دامن کے بسے چلتے رہے

منزلوں تک راستہ ہموار ہو
سو جستن ہم نے کئے چلتے رہے

گھور اندھیروں کا سفر درپیش تھا
بجھ گئے سارے دیئے چلتے رہے



فرق کس درجہ حق و باطل میں تھا
کس کو اپناؤں میں اس مشکل میں تھا

بستی بستی ڈھونڈتا تھا میں اُسے
اور وہ کافر تو میرے دل میں تھا

روکتی کیا راستے کی آڑ چنسیں،
جو قسم بھی تھا میرا منزل میں تھا

وہ مجھے پہچان لے گا دیکھ کر
ایک اندیشہ دلِ غافلے میں تھا

گوسندر میں تھی گہری خاموشی
تیز تر طوفان اک ساحل میں تھا

وہ نظر تھی یا کہ کوئی کہکشاں
ایک لطفِ خاص اس جھلیل میں تھا

پھر میں تیری اُخسن میں آیا ہوں
ساتھ کتنی آرزوئیں لایا ہوں

میری صورت دیکھنا ممکن نہیں
ہر قدم پر آپ اپنا سایہ ہوں

اب نہ چھیڑو بات ماضی کی کوئی
وہ جزیرہ چھوڑ کر میں آیا ہوں

کس لئے میں نے تجھے اپنا کہا
بار بار اس بات پر پھپھٹایا ہوں،

دیکھ میرے دل میں ہے کتنا خلوص
دیکھ کتنے شوق سے میں آیا ہوں

ٹپ کیا کتنا سفر لیکن ہمت اس
پھر بھی اپنے گھر ہی واپس آیا ہوں

خوب ہے یہ خوش بیانی آپ کی
کتنی اچھی ہے کہانی آپ کی

پُرشش ہے کس قدر اک اک ادا
کتنی پیاری ہے جوانی آپ کی

آپ ہیں تقریریں جادو بیاں
تیز ہے کتنی روانی آپ کی

ہو گئی ہے آج ہر اک بات سچ
جو بھی سُنتے تھے زبانی آپ کی

دل میں روشن ہو گیا داغِ جفا
کس قدر ہے مہربانی آپ کی

آپ نے سبھا اگر شاعر مجھ
پر بھی ہے اک قدر دانی آپ کی

دُنیا میں بے مثال تھا وہ لا جواب تھا
آخر میری نگاہ کا وہ انتخاب تھا

اُس کا خیال آیا تو آنکھیں چھلک پڑیں
کیا کیجئے کہ دل میں غم بے حساب تھا

جب سے تیری نگاہِ کرم اس کی چھو گئی
تب سے ہر ایک ذرہ یہاں آفتاب تھا

مُحرمیوں کے سائے میں یوں عمر کٹ گئی
جیسے کسی غصے کا دورِ شباب تھا

اُس کی سمجھ میں آنہ سکیں اس کی عظمتیں
اُس کھیلے یہ زندگی شاید عذاب تھا

اپنا لئے میں ہم نے جہاں کے تمام غم
اس اک ذرا سی بات میں کتنا ثواب تھا
جس میں تھا اے تہاشِ خلوص و وفا کا ذکر
شاید کتابِ زلیست میں ایسا بھی باب تھا

کہوں تو کس سے کہوں کس قدر اُداس ہوں میں
 جہاں حُسن میں تصویرِ رنگِ یاس ہوں میں

گزر رہے ہیں ابھی لوگ جن مَراحل سے
 تمام ایسے مراحل سے رُوشناس ہوں میں

سڑک پہ نیکوں تو حیرت دیکھتے ہیں مجھ
 پُرانے دَور کا شاید کوئی لباس ہوں میں

میری زُباں پہ لگائی ہیں بندشیں اُس نے
 مرا یہ جُرم ہے شاید کہ حق شناس ہوں میں

بُجھا سکے گا میری تِشنگی کو کون ہتّاش
 جہنم جہنم سے لگی ہے جو ایسی پیاس ہوں میں

گھر سے گو نکلے ہوئے مدت ہوئی
اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال

سجدہ کرنے کو جبیں خود جھک گئی
جب کبھی آیا ہے اُس دُر کا خیال

ڈالتا ہوں جربِ نظر اعمال پر
دل کو ترپاتا ہے محشر کا خیال یہ

بن گیا ہے جو تیرا ایماں بتا خ
دل میں اُس ایک کافر کا خیال

اب کٹے گی اُجڑی بستی میں عیم
اب تو یہ ہے زندگی بھر کا خیال

ہے مجھ سے زندگی برہم ذرا ٹھہر جاؤ
بڑا عجیب ہے عالم ذرا ٹھہر جاؤ

نہ جانے دل کو یہ کیا کیا پیام دیتی ہے
تمہاری یاد کی سرگم ذرا ٹھہر جاؤ

یہ چاہتا ہوں میں ہر بات صاف ہو جاؤ
ہر ایک بات ہے مبہم ذرا ٹھہر جاؤ

بدلنے والا ہے ماحول پھر چلے جانا
کہ گھٹ رہا ہے ابھی دم ذرا ٹھہر جاؤ

پھر اسی کے بعد نہ دیکھو گے تم میری صورت
یہ زندگی بنے کوئی دم ذرا ٹھہر جاؤ

ابھی تو کھائی نہیں ہے میری انا نے شکست
ابھی ہوا نہیں سرختم ذرا ٹھہر جاؤ

خود آگاہی سے گو وہ بہر دور تھا
زمانے سے سراسر بے خبر تھا

تمہیں سننے کی فرصت ہی نہیں تھی
فستانہ زندگی کا مختصر تھا

اُسے بے شک زمانے کی خبر تھی
مگر وہ خود سے کتنا بے خبر تھا

میسر آج تک ہیں ٹھوکریں ہی
یہ یاد آیا وہ میرا ہنسفر تھا

سحر تا شام ہنگامے تھے کتنے
مگر وہ دور کتنا مختصر تھا

کوئی محلوں میں تھا محفل بجائے
مگر گلیوں میں کوئی در بہ در تھا

کسی نے لوٹ لی ہے دل کی دنیا
کسی کے سحر کا دل پر اثر تھا

کبھی چوموں گا خاکِ اپنے وطن کی
میں زندہ صرف اتنی آس پر تھا

مگن تھا وہ ہمتاں اپنی ہی دھن میں
کہا میں نے جو کچھ وہ بے اثر تھا

حقائق سے وہ کس قدر دُور ہے
کسی بات پر بھی جو مغرور ہے

پریشان ہوتا رہے ہر کوئی
زمانے کا شاید یہ دستور ہے

تیرے پر تو رُخ کا فیضان ہے
نظر تو نظر دل بھی مسرور ہے

ہر اک لب پہ دہشت کی ہی بات تھی
 کتنی بھیانک سی اک رات تھی

ترستے تھے اک بوند پانی کو ہم
 خدا جانے کیسی وہ برسات تھی

ہر اک شخص نے خیر مقدم کیا
 تری بات آخر تری بات تھی

ستارے سر رکھ کر آ گئے
 تری ہر نظر میں کرامات تھی

کبھی آپ بھی میرے اپنوں میں تھے
 کبھی آپ سے بھی مُلاقات تھی

وہ جس پر جفاؤں کا الزام تھا
 ہو سوچا تو وہ اپنی ہی ذات تھی



کیا کہیں کیا ہے یہ زندگی دوستو
ہے پلکوں پہ دائمی دوستو

میں سمجھتا ہوں دنیا کے اطوار
مجھ کو حاصل ہے یہ آگہی دوستو

مجھ کو گھیریں سینکڑوں آفتیں
پھر بھی جینے کی چاہت رہی دوستو

یاد مجھ کو بھی بھتی غم کی اک داستاں
وہ لب تک نہ لائی گئی دوستو

خود اپنا ہی کوئی بھروسہ نہیں
کیا کریں بات ہم آپ کی دوستو

تم نے کیا کیا ستم میرے دل پہ کئے
یاد ہیں داستائیں کئی دوستو

میرے اشعار میں دیکھ لینا ہمتا
جب ہو محسوس میری کمی دوستو



کھسک گئی ہے زمین اب تو آسماں دیدو
میں اپنے سر کو چھپاؤں کوئی مکاں دیدو

میں اجنبی ہوں یہاں کس سے دل کی بات کہوں
میں سر چھپاؤں کوئی کنجِ آشیاں دیدو

مجھے نصیب تھا جو میری زندگی میں کبھی
میری حقیر گزارش ہے وہ سماں دیدو

یہی ہے آرزو میری یہی تمنا ہے
جو حق کی بات کہے ہاں وہی زباں دیدو

سمجھ سکے جو میرے فن کو، میرے شعروں کو
جہاں شعر و سخن ہیں وہ مہرباں دیدو



زندگی کتنی بے وفا نکلی
آشنا تھی نا آشنا نکلی

میں نے اکثر گلے لگایا اسے
کیا کروں زندگی خفا نکلی

ہم نے دُنیا کو یا وفا سمجھا
یہ سگر کتنی بے وفا نکلی

اس کی ہر بات میں تھا غم کا کرب
آرزو غم میں مُبتلا نکلی

جس نظر کے تھے مختلف انداز
وہ میسر غم کا آسرا نکلی

تم ستم گر ہو خوش رہو پھر بھی
اپنے مُنہ سے یہی دُعا نکلی



تڑپتا ہے یہ دل جب دوستوں کی یاد آتی ہے
کروں کیوں کر بیاں یہ کس طرح مجھ کو ستاتی ہے

وفا کے راستے پر آتے جب ہمسفر میرے
ذرا سی بات ہے دل کو مگر کتنا رلاتی ہے

تیری صورت اُبھرتی ہے جو ماضی کے جھڑکوں سے
نگاہِ شوق کو اکثر کئی منظر دکھاتی ہے

تری اک مسکراہٹ جیسے شالیمار کا موسم
میں جتنا بھولنا چاہوں یہ اتنا یاد آتی ہے

سحر سے شام تک مصروف تھے ہم شعروں و نغمہ میں
پرانی بات ہے پھر بھی یہ اکثر یاد آتی ہے

میں کتنا دُور ہوں اپنے وطن سے سوچتا ہوں جب
وطن کی یاد اکثر میرے دل کو گدگداتی ہے

سینکڑوں طوفان اس سر سے گزر جانے کے بعد
اب وہ اپنا لگے ہیں ہم کو ٹھکانے کے بعد

اس سے بہتر تھا یہی ہر بات کرتے سوچ کر
کس لئے آنسو بہاتے ہیں وہ پچھلے کے بعد

ہم جنہیں اپنا سمجھ بیٹھے تھے وہ اپنے نہ تھے
ہموش آیا دل کو لیکن چوٹ سی کھانے کے بعد

اجنبی راہوں پہ ہم تو گرتے پڑتے چل دئے
بل گئی ہے ہم کو منزل ٹھوکریں کھانے کے بعد

دل کو ترپانے میں کیا کوئی کسر باقی رہی
آپ کیوں چپ چاپ سے ہیں دل کو ترپانے کے بعد

آپ شاید اپنی دھن میں اور ہی عالم میں تھے
آنکھو آواز دی راہوں میں کھو جانے کے بعد

کیسی دنیا ہے یہ کیسے لوگ ہیں پیارے بتاؤ
دُور ہو جاتے ہیں دل سے دل کے پاس آئیں کے بعد



گم ہوئے ہیں بستیوں والے کہاں
خالی خالی سے پڑے ہیں سب مکاں

گم ہوئے صحراؤں میں سارے نشاں
ریت میں ڈھونڈوں اُنھیں لیکن کہاں

کھو گئے کس دھند میں وہ لوگ بھی
ہو تھے اخلاص و وفا کے پاسیاں

جن سے ہنگامہ بپا ہوتا تھا روز
ایسی باتیں بھی تھیں اپنے درمیاں

ہم بھی کس عالم میں تھے کھوئے ہوئے
جب چلا ہم سے بچھڑ کر کارواں

جن کو میں اپنا سمجھتا تھا ہمتا شن
آج مجھ سے دور ہیں وہ مہرباں

اُس کے بائے میں غلط نرکلا قیاس
وہ تو اندر سے تھا کس درجہ اُداس

حق کی کوئی بات کر سکتا نہیں
پچھا گیا ہے اس قدر خوف و ہراس

کیا ستم ہے اُس نے ہی دھوکا دیا
جس سے وابستہ رہی ہر ایک آس

اپنے دل کا حال کہنے کیلئے
آدھی جائے تو جائے کس کے پاس

ہم نے کوشش کی کہ اس سے بچ سکے
زندگی آئی نہ لیکن ہم کو راس

دور ہے انسانیت سے کب قدر
آج کا انسان ہے کتنا بدحواس

ان دنوں کس کے تصور میں ہیں گم
کیا سب سے آپستے ہیں اُداس

شہر سے اکتا چکا ہوں اے ہتاش
جانتا ہوں اب کسی جنگل میں پاس

تفسیر کیا ہو میری اک انتشار ہوں میں
ویران راستے کا گرد و غبار ہوں میں

تجھ پر نہ حرف آے یہ سوچتا ہوں اکثر
خود اپنے حال خستہ پہ شرمسار ہوں میں

جن وادیوں سے بھپٹے مدت گزر گئی ہے
ان وادیوں کی خاطر پھر بے قرار ہوں میں

اک دوسرے کی خاطر پیہم تڑپے دل میں
کچھ بیقرار ہو تم کچھ بے قرار ہوں میں

ہر حسرت مسرت سے دور آ گیا ہوں
دن رات رنج و غم سے اب ہکنا ہوں میں

جس میں نہ قہقہے ہیں جس میں نہ کوئی نغمہ
خاموش وادیوں میں وہ آبشار ہوں میں

دو روزہ زندگی میں یہ بات کم نہیں ہے
مُفاس ہوں لاکھ پھر بھی با اعتبار ہوں تین

مجبوریاں بتاؤں آخر ہمتاں کس کو
فسودہ سے رواجوں سے ہمکنار ہوں میں



زندگی کیا راس ہم کو آئے گی
ریت کی دیوار بنے گر جائے گی

کیا ضروری ہے ملیں رنگین محس
جھونپڑے میں بھی گزر ہو جائے گی

کیا رہے گی زندگی پھر پُروکار
دامنِ اُمید جب پھیلائے گی

آپ کو شاید نہیں یہ تجربہ
تلخ باتوں سے زباں حبلِ جائے گی

حسِ جگہ ہوں گے تیرے نقشِ قدم
اُس جگہ بزمِ حسین سج جائے گی

تم ہو افسردہ رہو گے اے ہتاش
ہر طرف پڑِ مُردگی چھا جائے گی

جَبِ نُوْدِ مِی جھانکتا ہوں
ظلمت کو مٹانکتا ہوں

مِی راہِ جستجو مِی
سڑکوں کو ناپتا ہوں

گردِش ہی ہے جو ایسی ،
مِی جس سے کانپتا ہوں

دُنیا کے شور و شر سے
مِی دُور بھاگتا ہوں ،

منزل ہے دُور لیکن
قَدَموں کو آنکتا ہوں

جو دردِ بن کے چھائے
وہ راگِ آلاپتا ہوں

دُشمن ہیں جان کے وہ
مِی جن کو جانتا ہوں

تیری راہوں میں کلیاں بچھاتا رہا
تیرا ہر اک ستم میں بھٹلاتا رہا

غم اٹھاتا رہا، سُکراتا رہا
سینکڑوں زخمِ دل میں چھپاتا رہا

میری بربادیلوں کا سبب جو بنے
اپنے سینے سے اُن کو لگاتا رہا

کاش کہتا وہ ہر بات کو رُوبہ رُو
اپنے دل میں جو برسوں چھپاتا رہا

اس سے بڑھ کر دُعا کا ہو معیار کیا
میں تیرا ہر ستم بھول جاتا رہا

اُس کے چہرے سے ظاہر تھا ہر رازِ دل
دل کا ہر راز گو وہ چھپاتا رہا

اُس کے دل میں یہ کتنی عجیب شوق تھا
ساحلوں پر وہ طوفان اُٹھاتا رہا

جو ممکن ہو تم سے میرے غم گسارو
محبت سے اس زندگی کو سنوارو

نہیں کوئی ادنیٰ، نہیں کوئی اعلیٰ
سبھی ہیں برابر یہاں میرے یارو

بہت تیز ہوتی ہے ہر کاٹ ان کی
یہ نشتر نہ باتوں کے دل میں اُتارو

کئی مرحلے آئیں گے راستے میں
مگر زندگی سُکرا کر گزرا رو !

بہت ہو چکیں موت کی داستائیں
کرو بات جینے کی اے غم گسارو

نہ پہلے گا جھوٹی تسلی سے یہ دل
فقط تم محبت سے اس کو پیکارو

بتاش ایسی آوارگی لے نہ ڈوبے
ابھی وقت ہے خود کو کچھ تو سُہارو

اس طرح جسم میں سماء کوئی
روح کی تشنگی مٹے کوئی

میں بھٹکتا ہوں کسے راہوں میں
میری منزل مجھے دکھائے کوئی

اُس کے آگے زباں نہیں کھلتی
کس طرح حالِ دل سنائے کوئی

میں تو اس بات کو ترستا ہوں
کاش! اپنا مجھے بنائے کوئی

کون سمجھے گا ایسی باتوں کو
درد اپنا کسے بتائے کوئی

مجھ کو ہے بھولنا بہت آساں
میری یادوں کو بھول جائے کوئی

ایک دن ایسا بھی آئے گا ضرور
دورِ وحشت بیت جائے گا ضرور

مِنزل مقصود مل ہی جائے گی !
عزمِ محکم رنگ لائے گا ضرور

حق پرستی کو جو رکھے گا عزیز
زندگی بھر مار کھائے گا ضرور

دیکھنا منہ پھیر لیں گے سب یہاں
تم پہ ایسا وقت آئے گا ضرور

ہم بتا دیں گے کہ ہم کیا چیز ہیں
وقت وہ دن بھی دکھائے گا ضرور

آپ کا مُن توجہ چاہیے
لمحہ لمحہ گنگنائے گا ضرور

مَدّتوں سے ہم، ہیں جس کے مُنتظر
دیکھنا اک دن وہ آئے گا ضرور

وقت کا اندازہ ہے یہ اے ہمتا
تم کو دیوانہ بنائے گا ضرور

کتنی اُمید لیے گھر میں وہ آیا ہوگا
اُس نے ماضی کو بہر طور بُھلایا ہوگا

خود پہ اترا تب کس درجہ کوئی دہشت گرد
خونِ معصوم سے لوگوں کا بہایا ہوگا

غیر ممکن تھا کہ وہ ہاتھ کبھی پھیلاتا
بھوک نے اُس کو بہر طور ستایا ہوگا

کھو گئے لوگ کہاں بستی کو دیریں کر کے
اُسی منظر نے اُسے خوب رُلایا ہوگا

کس کو معلوم ہے وہ دل پہ جو بیتی ہوگی
واقعہ کوئی بھی جب یاد اُسے آیا ہوگا

ایسے حالات میں ملتا کوئی رہ گیر کہاں
اُس نے ہر راہ میں کانٹوں کو اُگایا ہوگا

انے دے کو بہ حالِ نبھا دیتا وہ
عین ممکن ہے اُسے یاد نہ آیا ہوگا

کتنی ہی محفلیں ہیں بھول گئی ہیں جو ہمتاں
دوستوں نے بھی اُنھیں دل سے بھلایا ہوگا

-۰-

زمانہ ایسے صدیوں سے رواں ہے
زمین پاؤں میں سر پر آسمان ہے

کسکے، دردے، مایوسیوں میں
مُجھت میں یہ کیسا امتحان ہے

مہکتے تھے ہزاروں پھول جن پر
انہیں شاخوں پہ اب سونا سماں ہے

ہیں کتنی مشکلیں راہوں میں لیکن
مسافرِ جانبِ منزل رواں ہے

چلا ہوں چھوڑ کر جس گلستاں کو
اسی میں اک میرا بھی آشیانہ ہے

وفاؤں کے عوض ہے بے وفائی
خُدا یا، کیا یہ دستورِ جہاں ہے

تھی گھر میں کِس قدر پہچان اُس کی
نکل کر گھر سے اب وہ بے نشان ہے

بہاروں کا سماں رہتا تھا جس میں
اُسی گلشن میں اب دُور خزاں ہے

ہتاش اُس کو سمجھ بیٹھا ہے سب کچھ
حقیقت میں وہ اُس سے بدگماں ہے



کاش ! کوئی اپناے مجھے
روز و شب تڑپاے مجھے

یہ انجانی راہیں ہیں
آپ کہاں لے آئے مجھے

برسوں تک میں بھٹکا ہوں
اور نہ وہ بھٹکاے مجھے

رہتا ہے جو دردِ زباں
نام تیرا تڑپاے مجھے

رب کو غیر ہی لگتا ہوں
رستہ کون دکھائے مجھے

درد سُلگتا رہتا ہے
اس سے کوئی بچاے مجھے

میں کیوں بھجھا سارتا ہوں
کون یہ بات بتائے مجھے

اپنے شہر کو دیکھ سکوں
کوئی وہاں لے جائے مجھے

بھولی بسری یادوں کے
ڈستے ہیں اب سائے مجھے

اپنے گھر کو چلیں بتائیں
مژدہ کوئی سنائے مجھے



نظر میں نہ لب پر کوئی بات تھی
غضب کی بھیانک وہ اک بات تھی

ترستے تھے اک بوند پانی کو لوگ
خدا جانے کیسی وہ برسات تھی

ملے بھی تو اک تشنگی سی رہی
بڑی مختصر سی مُلاقات تھی

جو دیکھ لے ہم نے نزدیک سے
چمکتی تھی جو وہ تو اک دھات تھی

ہوئیں اس سے مجروح خود داریاں
کرم بھی تیرا اک خیرا تھی !

جفا کے بھی پہلو تھے اس میں نہاں
تیری ہر ادا میں کوئی بات تھی

تسری ذات پر تبصرہ کر کے
کہاں میسر دل کی یہ اوقات تھی

کٹی زندگی اپنی ایسے ہتاش
کہ جیسے یہ مفلس کی بارات تھی

— ۵ —

وہ نہ غم سے کبھی گھبرائے اُسے کہدینا
وہ جو بے چین نظر آئے اُسے کہدینا

جھوٹ پھر جھوٹ ہے کتک یہ ہارا دیگا
وہ جو حق بات کو جھٹلائے اُسے کہدینا

دل پہ جب چوٹ پڑے مُنہ سے نہ تم اف کرنا
آنکھ میں پانی جو بھر آئے اُسے کہہ دینا

کوئی بہروپ ہو، ہو جاتا ہے ظاہر اکثر
یعنی بہروپ سے کتے اُسے کہدینا

وہ سہِ بزمِ حقیقت کو کرے جب بھی بیاں
زل میں ہرگز نہ وہ پچھتے اُسے کہدینا

یہ زمانہ ہے یہاں ٹھوکریں ملتی ہیں مُدام
مہترم پر وہ سنبھل جائے اُسے کہدینا

یہ فُزوری نہیں صحرا میں چلے کوہی فقط
ریت موتی کبھی بن جائے اُسے کہدینا

دل کے دامن سے بہر طور جھٹک دو وہ ہٹا آتش
اُس کو جب بھی میری یاد آئے اُسے کہدینا

—o—

آج ماضی کی یاد کیا آئی
دُور تک بچ اُٹھی ہے تنہائی

اِس جہاں میں کوئی نہیں اپنا
بارِ دِل کو بات سمجھا لی

زندگی میں مہک سی پھیل گئی
جب چلی آرزو کی پُروائی

خوب سے اس کی بزمِ آرائی
حسین کو راس آگئی ہے تنہائی

آرزوؤں نے لی ہے نگڑائی
جب نظر اُس نظر سے ٹکرائی

آپ کا قرب کیا ہے مجھ کو
میرنی قسمت میں جب ہے تنہائی

کوئی مسر سوا نہیں ہے بتاش
کس جگہ آج زندگی لائی !!

آگیا ہے مجھ پہ ہر الزام جھوٹ
ہو گیا ہوں ہر سبب بدنام جھوٹ

موت تو ہے زندگی کی ابتداء
زندگی کا موت ہے انجام جھوٹ

جانتے ہیں لوگ مسکراہٹ کو
میں ہوں بزمِ شعر میں نغمہ جھوٹ

اب نہیں حق گوئی کا کوئی رواج
بولتے ہیں لوگ صبح و شام جھوٹ

اُس کے سر پہ ہفتسم کی تہمتیں!
آج کا انسان ہے خوش نام جھوٹ

سچ نظر آئے تو ہم سجدہ کریں
ہم نے دیکھا ہے یہاں ہر کام جھوٹ

مستحقِ انعام کے جو ہیں ہمناش
اُن کو ملتا ہے یہاں انعام جھوٹ

اپنی ہی دُنیا میں جو سُورِ تھے شام و سحر
دُور اب اپنے گھر دل سے لوگ ہیں وہ دُرِ بدر

میکدے کی سمت آنے کا ارادہ تو نہ تھا
خود بخود ہی میسر پاؤں کھینچ لائے ہیں ادھر

فائدہ کیا تو نے اِس دُنیا کو پہنچایا نہیں
داد کے قابل سہی بے شک تیرا فنِ کو نظر

آج کے اِس دور میں جو ہیں سراسر بے شعور
کیا کہیں وہ لوگ کہلاتے ہیں اب اہلِ نظر

لڑا کھڑا جاتا ہوں سُن کر بھوکے بچوں کی صدا
یہ گزر جاتی ہے اکثر میرا سینہ چیر کر

کوئی تو ان آنسوؤں کی قدر کرتا ہے تیش
بل گئے ہیں خاک میں یہ بے بہا اعلیٰ و گہر

شب کسی طور یہ گزرتی نہیں
کیا کہوں زندگی سنورتی نہیں

مجھ کو تسلیم ہے کہ پیتا ہوں
برے عادت ہے یہ سُدھرتی نہیں

بات بن کے بھی بن نہیں پاتی
یہ بگڑتی تو ہے سنورتی نہیں

کون اُس کو مہاں پکارے گا
میری آواز تو اُبھرتی نہیں

زندگی تو بگڑتی ہے ہر گام !!
کیا سنواروں اُسے سنورتی نہیں

میری باتوں کا کیا اثر اُس پر
بات دل میں کوئی اُترتی نہیں

اے ہمتاں ! اُس نظر کے میں قربان
مجھ سے کبھت بات کرتے نہیں



تیسرے دیوانے ہیں جو اُن کو ستاتا کیوں ہے
یہ بتا اپنوں کو اس درجہ رلاتا کیوں ہے

دل میں جو بات ہے وہ صاف ابھر آئے گی
غم کے پرے میں اُسے ایسے چھپاتا کیوں ہے

کون سے موڑ پہ آکر مجھے چھوڑا تو نے
دل میں احساسِ وفاد و بتاتا کیوں ہے

ابر آلودہ فضا عرش پہ تارے بھی ہیں گم
ایسے عالم میں کوئی راہ دکھاتا کیوں ہے

بھولنا چاہوں تو ہرگز نہ تجھے بھول سکوں
یاد ماضی کی طرح مجھ کو ستاتا کیوں ہے

اُس نے تخلیق کیا آپ ہی جس منظر کو
اُسی منظر پہ اب وہ اُنک رہتا کیوں ہے

تیرا اپنا ہوں میں تو مجھ کو سمجھانے لگ
دل میں جو بات ہے وہ مجھ سے چھپانا کیوں ہے

اپنے ہاتھوں ہی بہاؤ ہے یہ لہو کے دریا
اپنے اس فعل پہ اب کیا جاتا کیوں ہے

اُس کی یادوں کے دُھندلکے کے سوا کیا ہے تہاش
اک اندھیرا سا سرشام یہ چھپانا کیوں ہے



کس آرزو سے پھول چمن میں اگلے تھے
ہم نے ہزار رنگ کے نقشے بنائے تھے

جو آج ایک صحرا کی صورت ہے دوستو!
اُس گلستاں میں ہم بھی کبھی چھپائے تھے

خوشیوں کا کوئی نام نہ تھا دُرد و رُتک
پھیلے ہوئے نگاہوں میں حرکت کے سائے تھے

اک انقلابِ وقت نے بکھرا دیا اُنھیں
آنکھوں میں ہم نے سینکڑوں پسینے بجائے تھے

آتا تھا یاد جب وہ زمانہ، وہ محفلیں
سو بار اپنے حال پر آنسو بہائے تھے

سُنتے ہیں اُس پہ چھایا ہے رنگِ فِردوسی
جس زندگی کو ہنستا ہوا چھوڑ آئے تھے

جن منظروں سے بچھپے ہوئے عمر ہو گئی
منظر وہ دل کو پھر بھی بہت یاد آئے تھے

جن وادیوں میں یاسیت بکھری ہے چار سو
اُن وادیوں میں ہم نے کبھی گیت گائے تھے

گھر سے نکل کے کیا کہیں اک چپ سی لگ گئی
آتا ہے یاد ہم بھی کبھی سُکرائے تھے

کس سے پناہ مانگتے ہم لوگ اہستہ آہ
اپنے ہی گھر میں اک عجیب و غریب سائے تھے



آپ سب بھی میں دُور رہ جاؤں گا
سوچتا ہوں کہ کیسے سکوں پاؤں گا

کون بنے اب شناسا میرا شہر میں
کس سے ہیں حال اس دل کا کہہ پاؤں گا

کر دیا ہے فراموش جس گناؤں نے
دیکھنا ایک دن اُس کو یاد آؤں گا

اُس نے تڑپایا مجھ کو یہ سچ ہے مگر
غیر ممکن ہے میں اُس کو تڑپاؤں گا

اپنے حق سے اگرچہ میں محروم ہوں
تیرا حق ہے جو تجھ کو دلا پاؤں گا

ایک چھوٹا سا ذرہ ہوں میں دھرم میں
وقت مشکل مگر پھر بھی کام آؤں گا

خوب ہیں مجھ پہ احسان گو آپ کے
کس طرح بوجھ اتنا اٹھا پاؤں گا

جس چمن میں جلائے میرا اشیاں
دیکھنا تم وہیں پھر لپٹ جاؤں گا

اُس کی ایک خستہ رشتہ میرا
میں نہ ہرگز اُسے اب رُلا پاؤں گا

اے ستاؤں اُس کو اتنا بتا دے کوئی
جس قدر وہ بھلائے گا یاد آؤں گا



ٹلی ہے زندگی وہ جس پہ شرمسار ہوں میں
میری بساط ہے کیا راہ کا غبار ہوں میں

بہت غریب سہی میں مگر حقیر نہ جان
میرا یقین کر فردا کا اعتبار ہوں میں

حسین دادیاں ہیں جن کو چھوڑ آیا ہوں
پلٹ کے پھر وہیں جانے کو بقرار ہوں میں

مجھے ملی نہیں توفیق کوئی کام کروں
خود اپنے حال شکستہ پہ شرمسار ہوں میں

پُرانی رسموں کا ہرگز نہیں ہوں میں قائل
نئے سماج سے کس درجہ ہمکنار ہوں میں

میں بے نیاز ہوں دنیا کے شور و شر سے تپاش
کہ کہسار کے دامن میں آبار ہوں میں



کون سُنے دیران سے اِن صحراؤں میں میری آواز
کھوسی گئی ہے دُنیا کی آوازوں میں میری آواز

یہ کُنہ زمیں گاؤں کی یہ فرسودہ سے بندھن
اُبھرنے پانی خود میسر ہی گاؤں میں میری آواز

اب گرداب ہی لہریں ہیں یا موجوں کے کہیں طوفان
دوب گئی کتنے گہرے دریاؤں میں میری آواز

تُم سے ایسا ممکن ہو تو مجھ پر یہ احسان کرو
جذب کر دتُم اپنی مست نگاہوں میں میری آواز

بل نہ سکوں گا اب تو کسی بھی موڑ پہ ڈھونڈ لاکھ مجھے
سُن پاؤ گے تُم پیپل کی چھائوں میں میری آواز

اب تو روک نہ پایگا ہرگز بھی کوئی اے ہمتا
پھیل چکی ہے اب تو گائوں گائوں میں میری آواز



اک ٹھکانہ تھا گلستان میں جسلا یکب کا
وقت نے نام و نشان میرا مٹایا یکب کا

تم نے جینے کے سکھائے ہیں سلیقے کتنے
دل میں جو زخم بھی تھا ہم نے چھپایا یکب کا

اُس نے بھی دیکھ کے مُنہ پھیر لیا ہے ہم سے
ہم نے بھی حال دل زار سنایا یکب کا

میرا بھی اپنے پرائے سے کوئی ربط نہیں
بُجھ کو بھی چھوڑ گیا اپنا پرایا یکب کا

ایسا لگتا ہے کہ ہم خود کو بھی اب بھول گئے
حادثہ کوئی بھی ماضی کا نہ یاد آیا یکب کا

اُس کی جو بات بھی ہے اس میں ہم اک نرم دُری
ڈھل چکا اُس کے تکبر کا وہ سایہ کب کا

مجھ کو اغیار سے شکوہ نہیں ہے کوئی تباہی
اب تو اپنوں نے ہی ہے مجھ کو بھلایا یکب کا

جفا دیکر کو اُس نے وف کا نام دیا
سموم و حشت تھا جس کو صبا کا نام دیا

جو حق کی پوچھنے مجھ کو بلا دیا زہراب
میرے مستی جانے لیکن دوا کا نام دیا

بدل دے ہیں شکایت کے میں نے معنی ہی
بول پہ آئی تو میں نے دعا کا نام دیا

تمہارے ہاتھوں پہ جتنے نشان باقی ہیں
لہو کی چھینٹوں کو ہم نے جفا کا نام دیا

عجیب بات ہے ہر کوئی ہجر نہہ سا
نئے زمانے نے اس کو حیا کا نام دیا

میں مر رہا ہوں اُسے اس کا اعتراف نہیں
کہ اُس نے میری وفا کو جفا کا نام دیا

عجیب لگ تھے کس سے ہیں یہ پیار تہاش
ہوئی لبوں کو جو جنبش صدا کا نام دیا

غموں کے سائے میں یہ زندگی گزاری ہے
ذرا بتانا تمہیں اس کی جانکاری ہے

دراز رہتا ہے ہر وقت اس کا دستِ طلب
کچھ ایسے لگتا ہے انسان اک بھکاری ہے

تمام رات قیامت سے کم نہ تھی ہرگز
تمام رات تڑپتے ہوئے جو گزاری ہے

بکھرنے دینگے نہ اس کو کسی بھی صورت ہم
ہزاروں مشکلوں سے زندگی سنوار رہا ہے

تم آسمان کے مالک ہو مانتے ہیں مگر
زمین پہ حق ہے ہمارا زمین ہمارا ہے

عجیب المِستی میں کھو گئے ہیں ہم
نگاہِ دل پہ محبت کا کیف طاری ہے

ہمارے واسطے ہے شہرِ اجنبی سا بتاؤ
کہ ہم نے دشت میں یہ زندگی گزاری ہے

یہ تمنا ہے ہم کو جینے دو
زخم جتنے ہیں دل میں تہنے دو

جس سے یکسر حیمک لٹھے ماول
فسر کے ایسے آگینے دو

تا بزش زندگی کے مارے ہیں
سائے سائے میں ہم کو جینے دو

وہ نہیں عمر بھر دُعا دیں گے
تشنہ لب ہیں جو اُن کو پینے دو

ہم پہنچ جائیں اپنی منزل تک
عزم کے ہم کو ایسے زینے دو

اور کچھ مانگتے نہیں ہم لوگ
اپنا حق ہے یہ ہم کو جینے دو

تشنہ لب کس قدر ہے تیرا ہمتا
اپنی آنکھوں سے اس کو پینے دو

کتنا سُرورِ زندگی کو دے گئی کتاب
رہتی ہے یوں تو ہر گھڑی خاموشی کتاب

اک اک قدم پہ راہ دکھاتی رہی مُدام
حق یہ ہے اپنے ساتھ ہمیشہ رہی کتاب

اَسرار اس نے کھول دئے ہیں جہان کے
فردا کی دے گئی ہے کبھی آنکھی کتاب

اُپدیش جس میں کَرشن نے ارجن کو ہے دیا
ہم کو عزتِ نرسے رہی ہے وہی کتاب

علمِ دِادِ بے جس کو ذرا بھی نہیں لگاؤ
اُس شخص کیلئے بھلا کس کام کی کتاب

اس کے سہارے کٹ گئی یہ زندگی بتاش
دُنیا کو کیا بتائیں ہم کیا دے گئی کتاب



یوں سربراہ ہر اک لاش اٹھانے والو
کیا بلا ہے تمہیں یہ خون بہانے والو

کیا کرو گے انہیں جن کی کوئی تعمیر نہیں
اپنی آنکھوں میں کئی خواب سجانے والو

یہ تو انسانیت کے نام پہ اک دھبہ ہے
بے گناہوں کا عبث خون بہانے والو

تم بھی اک روز اسی آگ میں جل جاؤ گے
امن کی بستیوں میں آگ لگانے والو

کل تو آباد تھے گھر ابے ہاں ویرانی ہے
زندگی کی نئی تصویر بنانے والو

انقلاب ایسے جگائے کہ مٹایا خود کو
انقلاباتِ زمانہ کو جگانے والو

چھڑی جائے گا سرزمِ کبھی ذکرِ تپاش
کیا کرو گے میری دُنیا کو مٹانے والو



غم تو خوشیوں کی بات کرتے ہو
 ہم نے اک اک قدم پر غم دیکھے
 دُوسروں پر جو جان دیتے ہیں
 ایسے احباب ہم نے کم دیکھے
 نظم دُنیا بدل کے رکھ دیں جو
 ہم نے وہ صاحبِ قلم دیکھے
 مُکراتے تھے گو بظاہر وہ
 لوگ اندر سے مجھ غم دیکھے
 پھول جیسا مزاج تھا جنکا
 ہم نے پتھر کے وہ صنم دیکھے

اتنے ہو پریشان کیوں اے متاثر
 ہم نے کبیا کبیا نہ غم دیکھے

کہاں گیا وہ من کا سرور
دل کی دنیا ہے بے نور

آدمی مر جانے کے بعد
موت کے ہاتھوں ہے مجبور

حسن کی تو تم بات ہی چھوڑو
عشق بھی ہے کتنا مغرور

کہاں ہے اب پُرکھوں کی نشانی
گھر بنے وہ نہج سے کتنی دور

اُن کے بھروسے زندہ رہنا ہو تو
خواب ہوئے ہیں چکنا چور

ہم سے خفا ہے وجہ نہیں تُو
بات ہے ایسی کوئی ضرور

سر پہ پڑی تھی جو گھر چھوٹا
اپنا اس میں کیا تھا قصور

آپ کا یہ فیصلہ برحق ٹھہرا
مجھ کو ہے سب کچھ منظور

کہا سنا جو اُس نے بتا سنا
اُس کو کر لینا منظور

— — —

Gandhi Memorial College Of Education Bantalab Jammu

